ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ریاستی نظام تعلیم میں باطنی تعلیم وتربیت کی ضرورت واہمیت : منتخب قرانی آیات اور احادیث کی روشنی میں

The need and importance of internal education and training in the state education system: in the light of slected Quranic verses and hadiths

ڈاکٹر یاسر حسین ستی الخیری: ممبر رومی چیئر محی الدین اسلامک یونیورسٹی نیریاں شریف آزاد کشمیر

محمد شعبان یوسف: ایم فل انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

Abstract

Regarding how the education system of a state should be in the light of the Prophet's life, the most guidance we can get is from the Holy Qur'an and then from the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him). It can be found from the hadith, the Qur'an repeatedly tells us that those who know and those who do not know cannot be equal and that the excellence that has been given to man over the world is because of knowledge, that is, because of knowing things. Then the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) is giving such clear arguments regarding knowledge that he is saying that from the womb of the mother to the grave, one should continue to acquire knowledge, but all these things aside, but what are the states of tomorrow? Are they imparting knowledge or what was their basic theory of the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) then in this paper we have tried to prove that the knowledge of the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) or the curriculum of education was first of all the hearts. They used to reform the self, that is, they used to purify the self and remember the inner self, because when the self is conquered, then the conquest of the universe becomes easy. If it becomes clean, then your mind begins to receive truth and guidance. That material knowledge is for the welfare of humanity And it plays an important role in making the world a peaceful society, otherwise the history is a witness that those nations who tried to acquire material knowledge without the importance of Tezkir Batin and call to prayer, then they have definitely pushed the world towards destruction somewhere. Whether it is the First World War or the Second World War, there is a system of terrorism in the world, or there is a system of financial monopoly in the world, there is economic terrorism in the world, there is social terrorism, or there are violations of human rights, then one thing is clear. It is that the same people are seen publicly in these crimes who directly acquire the knowledge of materialism without reforming their hearts and kindness. I have tried to present my study in a better way by giving some clear arguments from the Qur'an and Hadith regarding the creation of the education curriculum and its codification.

***Key Words**: **Inner Purity, intellectual maturity** "Such an education system which works for inner purity as well as intellectual maturity"*

تعارف موضوع

تعلیم کا انکار موجودہ دنیا میں کسی بھی معاشرے میں ناممکن ہے لیکن اسلام میں اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے اللہ تعالی کی تمام مخلوقات میں انسان افضل ترین مخلوق ہے اس کی فضیلت و کرامت کی بنیاد علم وکل اور ارادہ واختیار ہے انسان کی پیدائش کے وقت ہی فرشتوں کے مقابلے میں اس کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے خالق کائنات نے خود اسے الاسماء کا علم عطا فرمایا تاکہ اس کی خلافت عرضی کا استحقاق پوری طرح ثابت ہو جائے جیسا کہ سورۃ البقرہ کی ایت نمبر 31 میں رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَى الۡمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنۡۢبِـُٔوۡنِىۡ بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنۡ كُنۡتُمۡ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

صٰدِقِيۡنَ ﴿﴾[1] جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ نے ادم علیہ السلام کو ساری چیزوں کے نام سکھائے چنانچہ اس کی فضیلت پر بنائے علم ثابت ہونے پر ملائکہ کو اس کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا گیا۔

قران مجید کے نظریہ علم کی ان پہلی آیات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ نصاب تعلیم کسی بھی معاشرے میں وہی ہونا چاہیے جو انسان کو اس حد تک بلند کر دے کہ پوری دنیا اس کے سامنے مسخر ہو جائے اس دنیا کو مسخر کرنے کے لیے جتنے علوم حاصل کرنے چاہیے وہ سب کے سب ایک ریاست کی ذمہ داری ہے کہ قلوب و اذہان کی مخصوص سطح پر وہ علم ریاست کے اہل لوگوں تک ضرور پہنچائے جائیں کیونکہ کسی بھی ریاست کے افراد کے پاس جتنا زیادہ علم ہو گا اتنا ہی دنیا اس کے آگے سرنگوں ہو گی آج کی جدید دنیا میں جن جن ریاستوں کے پاس علم و فہم زیادہ ہے وہ مادی طور پر افرادی قوت کے حوالے سے جغرافیائی لحاظ سے سفارتی لحاظ سے غرضیکہ ہر لحاظ سے وہی قومیں کامیاب ہیں جن کے افراد کے پاس علم کی شرح زیادہ ہے۔

علم کی فضیلت اور اولین وحی کے حوالے سے جب ہم دیکھتے ہیں تو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں علم کی فضیلت و اہمیت بہت ہی واضح انداز کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر رب العالمین کی طرف سے جب وحی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو پہلی وحی جو سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات تھی

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ اِقۡرَاۡ وَ رَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ ﴿۳﴾ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ؕ﴿۵﴾[2]

ان میں علم کی فضیلت ہی بیان ہوئی چنانچہ قران مجید کی ان پانچ آیات میں سے اگر ترجمہ کیا جائے تو اس کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھیے جس نے پیدا کیا جمے ہوئے خون کے ایک لتھڑے سے انسان کی انسان کو اور اس کی تخلیق کی پڑھ تمہارے اور پر تمہارے رب بڑا اکریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔

سورۃ العلق کی ان پانچ ایات میں کسی بھی ریاست کے تعلیمی نظام کی ابتدا ہو جاتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ ایک بہترین ریاست وہی ہے جو اقراء پڑھنے کا نظام تو بروئے کار لاتی ہے لیکن اپنے رب کے نام سے پڑھائی کی وہ ابتدا کرتی ہے بد قسمتی یہ ہوگئی کہ آج ہمارے معاشرے میں پوری دنیا میں بالخصوص اور مغرب میں بالخصوص اور پوری دنیا میں بالعموم اور پھر وطن عزیز پاکستان میں بھی اقراء یعنی پڑھنا تو کسی نہ کسی صورت میں ضرور موجود ہے لیکن نہیں ہے یعنی رب کے نام کے ساتھ پڑھنا نہیں ہے تاریخ شاید ہے کہ دنیا میں وہی علم کامیاب رہا جو اذہان سے ہوتا ہوا روح کی بالیدگی تک جا کے پہنچا یعنی جن لوگوں نے اللہ کو ایک مانا اللہ کو ایک جانا اللہ کے نظام کو سمجھا اور پھر علم حاصل کیا تو وہ جہاں ان کے اذہان کی بالیدگی ہوگئی وہاں ان کے قلوب کی تطہیر بھی ہوگئی ہے اور دنیا میں امن و امان اور بہترین فلاحی ریاستیں بنانے میں وہ کامیاب ہو گئے

سورۃ العلق کی انہی ایات میں اگے اللہ تبارک و تعالی انسان کی پیدائش کے حوالے سے تفکر اور تدبر کرنے کا حکم دے رہا ہے کہ انسان وہ علم حاصل کرے کہ جو علم پہلے اس کو یہ بتائے کہ تیری پیدائش کس انداز کے ساتھ ہوئی جو انسان تخلیق آدم پہ اور اپنی پیدائش کو سمجھ جاتا ہے تو اس کا علم جو ہے

---

[1] سورۃ البقرہ آیت نمبر ۳۱۔

[2] سورۃ العلق آیت نمبر ۱:۵۔

وہ علم کی صورت میں منتقل ہو جاتا ہے وہ باطن کی تطہیر کا عمل کرنا اس کے لیے اسان ہو جاتا ہے یہاں پہ اللہ تبارک و تعالی نے ساتھ تفکر کے حوالے سے بھی کہا کہ جمع ہوئے خون کی اکلوترے سے انسان کو تخلیق کی تو گویا قران مجید یہ کہہ رہا ہے کہ سائنسی علوم کا علم حاصل کرنا انسان کے جسم کے حوالے سے مکمل علم حاصل کرنا یہ قران کا فلسفہ حیات ہے اور انسان کو کہا گیا کہ جہاں وہ رب کو نام کو جیسے وہاں وہ انسان کی فلاسفی کو سمجھے انسان کے اندرونی اور بیرونی معاملات کے حوالے سے تمام علم حاصل کرنا انسان کے لیے ضروری ہے تاکہ انسان کی مادی اور روحانی طور پہ ہر قسم کی بیماریوں کا علاج اپنے علم کی روشنی میں انسان کر سکے پھر آگے اللہ تبارک و تعالی نے پھر اپنے رب ہونے کی بڑائی کا اظہار اس انداز کے ساتھ پیدا فرمایا کہ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا یعنی کہ تصنیف و تالیف جو آپ کے اذہان میں ہے اس کو اگلی نسل تک منتقل کرنا صحیفہ قرتاس پہ منتقل کرنا اللہ تبارک و تعالی کی لاریب نظام کو قلم کے ذریعے پوری نسل انسانی تک پہنچانا اور نسل انسانی کے فوائد تک اس کو بچانا یہی ایک بنیادی پیٹرن ہے ایک اسلامی ریاست کے تعلیمی نظام کے حوالے سے اگے اللہ فرماتا ہے کہ انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا مطلب ہے قرانی فلسفہ یہ ہے کہ جو علم جو لوگ نہیں جانتے ہمیں ان کو وہ علم پہنچانا چاہیے سورہ علق کی پانچ جو ابتدائی آیات ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ قرانی منشور ہے کسی بھی ریاست کے تعلیمی نظام کا سیرت کی روشنی میں تعلیمی نظام اس سے بہتر ممکن نہیں ہے

سورۃ طہ کی آیت نمبر ۱۱۴ میں اللہ تبارک و تعالی اسلامی علوم کے حوالے سے اور نصاب تعلیم کے حوالے سے بڑا واضح حکم دیتے ہیں کہ

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا[3]

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو کہا گیا کہ اپ یہ دعا فرمائیں کہ اے میرے پروردگار میرے علم اضافہ فرمائی یعنی کوئی انسان کتنا بھی علم حاصل کر لے تو کبھی بھی اس کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ میں نے علم مکمل حاصل کر لیا ہے کیونکہ اصل اور مکمل علم اللہ کی ذات کے پاس ہے انسان جتنا بھی سیکھتا جائے وہ سیکھتا ہی چلا جاتا ہے اور قران مجید کا یہ فلسفہ میں دکھا رہا ہے کہ انسان کو کسی بھی عمر کا لحاظ رکھتے ہوئے یعنی بچوں کو بھی تعلیم کی طرف راغب کیا جائے بڑوں کو بھی بوڑھوں کو بھی اپنے اپنی عمروں کے حساب سے اور اپنے اپنے اذہان کے حساب سے اور اپنی اپنی ضروریات کے مطابق ہر انسان کو ہر وقت علم حاصل کرنا چاہیے اور ایک اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ الیکٹرانک میڈیا ہو پرنٹ میڈیا ہو سوشل میڈیا ہو یا باقاعدہ سکول کالجز یونیورسٹیز ہوں یا اسلامی تعلیمات کے حوالے سے مسجد و مدرسے کا نظام ہو اپنی ریاست کے ہر فرد کے لیے واضح انتظام کرتا رہے یہ اجتماعی طور پر یہ آیت ہمیں اس طرف لگا رہی ہے کہ ہر ملک کے لیے ہر سطح پر علم کی مزید تحقیق اور جستجو ضروری ہے اور انفرادی طور پر بھی ہر انسان کو یہ واضح پیغام ہے کہ ہر حال میں علم حاصل کرتا رہے یہاں پہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی وہ حدیث کے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ ماں کی گود سے لے کر قبر کی گود تک انسان کو علم حاصل کرتے رہنا چاہیے[4]

تو ایک اسلامی فلاحی ریاست کے نظام تعلیم کی بنیادی خوبی یہ ہونی چاہیے کہ وہ ریاست کے ہر فرد کے لیے اپنے اپنے انداز کے ساتھ تعلیم کی سہولیات کو ضرور فراہم کرے۔

---

[3] سورۃ طہ آیت نمبر ۱۱۴۔

[4] مراۃ المناجیح، جلد 1، صفحہ 203، مطبوعہ لاہور۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا جو نظام تعلیم ہے اس کی مقصد کے حوالے سے اللہ تبارک و تعالی نے قران مجید کی سورہ جمعہ کی آیت نمبر دو میں اس کے حوالے سے بڑا واضح ذکر کیا کہ وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اٹھایا جو انہیں اس کی آیات سناتا ان کا تزکیہ کرتا اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا اس ایت کی روشنی میں بڑا ہی واضح نصاب تعلیم متعین ہو جاتا ہے کہ تعلیم کی ابتدا اس انداز کے ساتھ کی جائے کہ وہی تعلیم کامیاب ہے جو اپ کو تزکیہ نفس کا موقع فراہم کرے یا وہ تعلیم جو اپ کو تزکیہ اور طہارت دے کیونکہ جب اپ کا باطن صاف ہو جاتا ہے تو پھر اس کے اندر جو نظریات آتے ہیں یا جو مادے کا علم آتا ہے وہ انسان کی فلاح کا ذریعہ بن جاتا ہے اور آگے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں فرمایا کہ ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیں یعنی تزکیہ نفس کے بعد حکمت کی تعلیم دینا حکمت کو ہم ہنر کے ساتھ بھی اٹیچ کر سکتے ہیں کہ گویا ایک بنیادی ریاست کا نظام یہ ہونا چاہیے کہ ایسا علم ہو جو لوگوں کے دلوں کی بھی صفائی کرے ان کے اذھان کی بالیدگی کا بھی انتظام کرے اور ان کو ایسا ہنر عطا فرمائے جو ان کے لیے عزت دار زندگی گزارنے کے لیے بہتر ہو اور ایسا علم ہو بالخصوص اج کے دور میں جب الیکٹرانک میڈیا پہ لوگ بیٹھ کر اپنے علم کا غلط استعمال بھی اکثر لوگ سوشل میڈیا پہ یا الیکٹرانک میڈیا پہ کرتے نظر اتے ہیں تو علم کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ریاست ایسی تعلیم دے کہ علم کو ڈیلیور کرنے کے لیے علم کو منتقل کرتے ہوئے حکمت کو مد نظر رکھا جائے اور حکمت بھی ایسی ہو جس میں ہنر ہو اچھا اخلاق ہو اچھا کردار ہو تو یہی سیرت النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی روشنی میں ہمیں نصاب تعلیم واضح انداز کے ساتھ نظر اتا ہے۔ قران مجید سورۃ الزمر آیت نمبر نو میں عالم اور ان پڑھ کے حوالے سے نصاب تعلیم کو مزین کرتے ہوئے بڑے واضح انداز کے ساتھ یہ فرماتا نظر اتا ہے

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۗ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُو الْاَلْبَابِ [5]

کہ ان سے پوچھو کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں برابر ہو سکتے ہیں نصیحت تو عقل رکھنے والے ہی قبول کرتے ہیں۔

اس سے مراد یہ ہے کہ انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پہ وہی قوم کامیاب ہیں جو جانتی ہیں کچھ علوم جو نہیں جانتی وہ ناکام ہو جاتی ہیں قران کا بنیادی فلسفہ یہی ہے کہ جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہیں ہو سکتے اور یہاں واضح ہے کہ اگر مسلمان جاننے والا ہے تو وہ افضل ہو گا اور اگر غیر مسلم کوئی چیز جاننے والا ہے تو غیر مسلم افضل ہو گا آج کی جدید دنیا میں جتنے بھی غیر مسلم ترقی کر گئے ہیں تو انہوں نے قران کے اس فلسفے کو میں سمجھتا ہوں کہ قران پہ ایمان لائے بغیر وہ اس فلسفے کو سمجھ گئے کہ انہوں نے دنیا کے تمام علوم کو مسخر کرنے کی کوشش کی اس لیے دنیاوی طور پر وہ کامیاب ہو گئے ہمیں بھی اگر کامیابی چاہیے تو قران مجید کے اس فلسفے کو اپنانا ہو گا کہ جاننے والے اور نہ جاننے والوں کا معیار ایک جیسا نہیں ہو گا ہمیں ریاست کے حکمران چننے ہوں عدلیہ کے جسٹس چننے ہوں قومی اسمبلی کے اراکین چننے ہوں یا جس جگہ پہ بھی چناؤ ہو تو ہمیں جاننے والے لوگوں کا انتخاب کرنا چاہیے جاننے سے مراد وہ لوگ جو علم و فضل میں سب سے زیادہ بہترین ان کا انتخاب کرنا چاہیے وہی قومیں کامیاب ہو جاتی ہیں جو جاننے اور نہ جاننے والوں کے درمیان فرق اور تمیز رکھتی ہیں بد قسمتی سے وطن عزیز میں مادیت نے پنجے گاڑے اور لوگوں نے پیسے اور روپے اور افرادی قوت کو زیادہ اہمیت دینا شروع کر دی اس کی وجہ سے علم فضل کی اہمیت بظاہر کم ہونا شروع ہو گئی تو ریاست کو اس حوالے سے بھی کام کرنا چاہیے کہ جاننے والوں کو وہ پروٹوکولز دینے چاہیے کہ نہ جاننے والے بھی علم کی طرف راغب ہونا شروع ہو جائیں۔

---

[5] سورۃ الزمر آیت نمبر 9۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

قران مجید سورۃ الفطر کی آیت نمبر 28 میں علم کے حوالے سے بڑی واضح حکمت عملی بیان کرتا ہے کہ

اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ[6]

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔

گویا معلوم یہ ہوا کہ وہی علم کارآمد ہے جو اللہ سے ڈرنے کا انسان کو راستہ سکھاتا ہے اور یہ اللہ سے ڈرنے کا علم جو ہے یہ قران مجید کا علم ہے یہ تزکیہ نفس کا علم ہے یہ اچھے اخلاق کا علم ہے یہ تقوے کا علم ہے تو کسی بھی ریاست کے نظام تعلیم میں ابتدا میں اچھی اخلاقیات تزکیہ نفس تطہیر باطن کے حوالے سے پہلے کام کرنا چاہیے پھر اذہان کی تسخیر کے حوالے سے جانا چاہیے یہ قران کا بنیادی فلسفہ ہے اس کو اگر ہم لوگ اپلائی کریں فالو کریں تو ہماری ریاست کا بہترین نظام تعلیم قائم ہو سکتا ہے

قرآن مجید سورۃ التین کی آیت نمبر چار میں علم کے حوالے سے پھر فرماتا ہے

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (4)[7]

کہ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا یعنی بہترین ساخت سے مراد یہ ہے کہ اس کو علم سیکھنے کے لیے ہم نے مزین کر دیا اس میں سیکھنے کی کپیسٹی پیدا کر دی جستجو پیدا کر دی یہ جتنا بھی زیادہ علم حاصل کرتا جائے اللہ تبارک وتعالی اس کے لیے اتنی زیادہ ہی اسانی کے ساتھ راستے کھول دیتے ہیں

ایک اور جگہ پہ قرآن مجید میں سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 70 میں اللہ فرماتا ہے

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا[8]

یقینا ہم نے بنی ادم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی وتری میں سواریاں عطا کی اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات میں نمایاں فوقیت بخشی یہاں خشکی اور تری میں سواریوں کا جو ذکر ہے یا رزق کے حوالے سے جو ذکر ہے تو یہ بنیاد علم کے حوالے سے یہ ہے کہ اپ کے پاس علم ہو گا تو خشکی اور تحریکی سواریاں اپ مسخر کر سکیں گی تاریخ دیکھیں کہ اج سمندروں کی گہرائیوں سے لے کر اسمان کی بلندیوں تک اگر انسان پہنچا ہے تو وہ علم کے ذریعے سے پہنچا ہے اور پاکیزہ رزق کے اس نے جتنے بھی راستے چنے ہیں تو وہ علم کے حوالے سے چنے ہیں تو بنیادی طور پر علمی انسان کو دوسری مخلوقات سے افضل قرار دے رہا ہے

مزید دیکھا جائے تو قرآن مجید کی سورت الدھر کی آیت نمبر دو کے اندر اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے کہ

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا[9]

میں نے انسان کو دیکھنے اور محسوس کرنے کے حوالے سے فطرت کی رعنائیوں کے قریب پیدا کیا

پھر سورۃ البلد کی آیت نمبر 10 کو دیکھا جائے

---

[6] سورۃ الفطر آیت نمبر ۲۸.

[7] سورۃ التین آیت نمبر ۴.

[8] سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۷۰.

[9] سورۃ الدھر آیت نمبر ۲.

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ[10]

تو اس میں اللہ تبارک و تعالی فرماتا ہے کہ خیر و شر کے نشانات سے اگاہی کا علم انسان کو دیا

پھر سورۃ الشمس کی آیت نمبر اٹھ کے مطابق اللہ فرماتا ہے کہ اس کے فطرتی سانچوں کے اندر اگاہی رکھ دی گئی یعنی اس کی تخلیق اس انداز کے ساتھ ہو گئی کہ یہ سیکھنے والا ہی قرار دے گا اسی سیکھنے کی وجہ سے اللہ تبارک و تعالی نے خلافت ارضی کا استحقاق پوری طرح انسانیت کو عطا کیا

اب ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی کچھ حدیثوں کے ذریعے ایک ریاست کے بنیادی نظام تعلیم کے حوالے سے گفتگو کرنے کی کوشش کرتے ہیں سب سے پہلے حدیث جو پیش کر رہا ہوں سنن ابن ماجہ کی حدیث کتاب المقدمہ کی حدیث نمبر 224 میں اللہ تبارک و تعالی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ذریعے فرما رہے ہیں

حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ سُلَيْمَانَ ، حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ شِنْظِيرٍ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، وَوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ كَمُقَلِّدِ الْخَنَازِيرِ الْجَوْهَرَ، وَاللُّؤْلُؤَ، وَالذَّهَبَ[11]."

کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض قرار دیا گیا اب دیکھیے کہ حدیث کا کیا فلسفہ ہے کہ علم حاصل کرنا فرض ہے اب یہ صرف دین کا علم نہیں بلکہ دنیا کا علم بھی اجتماعی طور پر ایک ریاست کو چاہیے کہ اپنے افراد ہر فیلڈ کے لیے تیار کرے یہ علم فرض ہے یعنی کوئی اگر ایٹمی ٹیکنالوجی کا علم حاصل کرتا ہے کوئی میڈیکل سائنس کا علم حاصل کرتا ہے کوئی جغرافیہ کا علم حاصل کرتا ہے کوئی فقہ کا علم حاصل کرتا ہے کوئی تصوف کا علم حاصل کرتا ہے جو جو بھی علم حاصل کرتا ہے یعنی ایک ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ مختلف فیلڈز میں مختلف افراد کو تیار کیا جائے یہی سیرت نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی روشنی میں ہمیں مناسب تعلیم اور نظام تعلیم کو ترتیب دینے کے واضح اشارے نظر آتے ہیں

علم کے حوالے سے صحیح بخاری کتاب العلم میں حدیث نمبر 71 نقل کی گئی ہے

حدثنا سعيد بن عفير، قال: حدثنا ابن وهب، عن يونس، قال: قال حميد بن عبد الرحمن، سمعت معاوية خطيبا، يقول: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم، يقول:" من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين، و إنما انا قاسم والله يعطي، ولن تزال هذه الامة قائمة على امر الله لا يضرهم من خالفهم حتى ياتي امر الله[12]."

یہ بڑی ہی واضح حدیث ہے کہ حضرت معاویہ سے روایت رضی اللہ تعالی عنہ کے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جس کے بارے میں اللہ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے یعنی تفقہ فی الدین جو ہے دین کے اندر فکر کرنا تدبر کرنا یہ کسی بھی ریاست کے لیے ایک بنیادی ضرورت ہے اسلامی ریاست کے لیے کہ صرف دین کا ایسا علم ہی لوگوں کو نہ دیا جائے کہ وہ شدت پسند ہو جائے یا مذہبی منافرت کی طرف نکل جائیں بلکہ ان کو

---

[10] سورۃ البلد آیت نمبر ۱۰۔

[11] سنن ابن ماجه / (أبواب كتاب السنة) / حديث: ۲۲۴

[12] صحيح البخاري / كِتَاب الْإِيمَانِ: ۷۱

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

گہری ریسرچ کرا کر تفقہ فی الدین یعنی دین کا فہم عطا کیا جائے کہ وہ تفرقہ واریت سے نکل کر قران و سنت کے بنیادی اصولوں کو سمجھ کر انسانیت کی فلاح و بہبود اور رابط تک پہنچنے کے بہترین ذرائع تلاش کر سکیں اس حوالوں سے یہ بھی ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسا نظام تعلیم متعین کروائے جو تفقہ فی الدین کے حوالے سے واضح فکریں قائم کرنے میں مدو معاون ثابت ہو سکے

صحیح بخاری کی کتاب الانبیاء حدیث نمبر 3461 میں یہ آیا ہے

حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي كَبْشَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنْ النَّارِ[13]

کہ اگر کسی کے پاس میری ایک آیت بھی آئے تو اسے میری طرف سے لوگوں تک پہنچا دو یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جس نے جتنا علم سیکھا اس کی یہ ذمہ داری ہوگئی کہ وہ دوسروں تک علم منتقل کرے تو ریاست کو مواقع فراہم کرنے چاہیے جدید ٹیکنالوجی کا استعمال کرتے ہوئے کہ جس جس کے پاس بھی جو علم ہے اس کو اگے پھیلانے کے وہ واضح اعتماد کر سکے بہت سارے ایسے لوگ ہیں جن کے پاس ڈگریاں نہیں ہوتی لیکن ان کے پاس علم بہت گہرا ہوتا ہے ریاست کا کام ہے کہ ان لوگوں سے بھی رابطہ کر کے ان کے علم و فن سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جدید انداز کے ساتھ ان کے ہنر کو لوگوں کے ساتھ اگے منتقل کیا جائے اور ایسے لوگوں کو پلیٹ فارم منتقل کرنے چاہیے اس حدیث کی روشنی میں ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایک ریاست کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ کسی بھی ادمی کے علم کو ضائع نہ ہونے دے بلکہ اس کو اگے پہنچانے کے لیے اس کی ہر حال میں حوصلہ افزائی کرے

ترمذی شریف کی حدیث باب علم میں حدیث نمبر 2685 میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خوبصورت کلمات

حدثنا محمد بن عبد الاعلى الصنعاني، حدثنا سلمة بن رجاء، حدثنا الوليد بن جميل، حدثنا القاسم ابو عبد الرحمن، عن ابي امامة الباهلي، قال: ذكر لرسول الله صلى الله عليه وسلم رجلان احدهما: عابد والآخر عالم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " فضل العالم على العابد كفضلي على ادناكم "، ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " إن الله وملائكته واهل السموات والارض حتى النملة في جحرها، وحتى الحوت ليصلون على معلم الناس الخير " , قال ابو عيسى: هذا حديث حسن غريب صحيح , قال: سمعت ابا عمار الحسين بن حريث الخزاعي , يقول: سمعت الفضيل بن عياض , يقول: عالم عامل معلم يدعى كبيرا في ملكوت السموات[14].

عابد کے اوپر عالم کی فضیلت اتنی ہے جتنی میری فضیلت تمہارے کسی ادنی امتی پر ہے پھر آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا بے شک اللہ تعالی اس کے فرشتے اسمانوں اور زمینوں میں جتنی مخلوقات ہیں سب معلم کے لیے اچھی دعائیں کرتے ہیں یہاں تک کہ سوراخ میں چیونٹیاں اور مچھلیاں بھی دعائیں کرتی ہیں یعنی استاد کی ایسی فضیلت بتائی کہ ایک آدمی اگر عبادت کرتا ہے دوسری

[13] صحیح البخاري/كِتَاب أَحَادِيثِ الْأَنْبِيَاءِ/حدیث: ۳۴۶۱

[14] ترمذی شریف باب علم حدیث نمبر ۲۶۸۵

طرف عالم ہے اور فرض علوم پورے کر رہا ہے تو اللہ تبارک و تعالی اس کے علم پھیلانے کی وجہ سے اس کو اتنا رتبہ عطا فرمارہا ہے کہ حضور فرماتے ہیں کہ عابد کے اوپر ایسی فضیلت ہے اسے جیسے مجھے فضیلت ایک ادنی امتی کے حوالے سے اور پھر آگے فرمایا کہ تمام مخلوقات یعنی اللہ کی تمام خدائی جو ہے وہ استاد کے لیے دعائیں کرتی ہے اس میں اللہ تعالی ملائکہ اس کے فرشتے اور پھر فرمایا کہ یہاں تک کہ سوراخ میں جو چیونٹیاں اور مچھلیاں ہیں وہ بھی علم پھیلانے والے کے لیے دعائیں کرتے ہیں تو ریاست کو یہ بات واضح رکھنی چاہیے کہ استاد کا جو پروٹوکول ہے یا استاد کی جو عزت و تکریم ہے وہ ایک سپہ سالار سے کہ جج سے یا ریاست کے کسی بھی فرد سے حتی کہ حکمرانوں سے بھی زیادہ ہونی چاہیے۔

وقت کے بہت بڑے خلیفہ ہارون الرشید کے بیٹے مامون الرشید اور امین الرشید تھے دونوں ایک بار استاد امام نسائی کی مجلس سے اٹھے تو دونوں استاد کو جوتے پکڑانے کیلئے لپکے۔ دونوں میں اس بات پر تقرار بھی ہو گئی۔ استاد کی عزت کرنے والے لائق بچوں نے فیصلہ کیا کہ دونوں ایک ایک جوتا اپنے استاد کو پکڑائیں گے۔ جب خلیفہ وقت کو معلوم ہوا تو اس نے امام نسائی کو بلایا اور نہایت عزت و احترام سے پوچھا کہ آپ بتائیے اس مملکت میں زیادہ عزت والا کون ہے۔ امام کسائی نے فرمایا کہ بے شک زیادہ عزت کے حقدار خلیفہ وقت ہیں۔ جواب میں ہارون الرشید نے کہا سب سے زیادہ عزت والا تو وہ ہے جس کے جوتے اٹھانے کیلئے خلیفہ کے بیٹوں میں جھگڑا ہونے لگے۔ خلیفہ ہارون ارلشید نے کہا امام صاحب بے شک آپ ہی زیادہ عزت کے حق دار ہیں۔ اور اگر آپ نے میرے بیٹوں کو اس کام سے روکا تو میں آپ سے ناراض ہو جاوں گا۔ استاد کی عزت کرنے سے میرے بچوں کی عزت کم نہ ہوتی بلکہ اور بڑھ جاتی ہے۔ اور ایک تاریخی فقرہ کہا کہ کوئی شخص کتنا ہی بڑا مرتبہ حاصل کرلے۔ بڑا عالم بن جائے دنیا کی نظر میں معتبر ہو جائے وہ کبھی بھی اپنے والدین استاد اور قاضی کے سامنے سر نہیں اٹھا سکتا ہے۔ جب تک ہم نے استاد کو عزت دی۔ ہمارے اندر والدین اور معاشرتی قوانین کا احترام برقرار رہا ہم نے دنیا پر حکمرانی کی[15]

ایک اور حدیث سنن ترمذی میں حدیث نمبر 2647 کہ

حدثنا نصر بن علي، قال: حدثنا خالد بن يزيد العتكي، عن ابي جعفر الرازي، عن الربيع بن انس، عن انس بن مالك، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " من خرج في طلب العلم فهو في سبيل الله حتى يرجع "، قال ابو عيسى: هذا حديث حسن غريب، ورواه بعضهم فلم يرفعه[16].

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جو شخص علم کی طلب نکلا وہ اللہ کے راستے میں ہے جب تک وہ واپس گھر لوٹ آتا یعنی کہ وہ آدمی مجاہد ہے جہاد فی سبیل اللہ کرنے والے کی طرح ہے جو طالب علم علم حاصل کرنے کے لیے نکلا ہوا ہے تو یہاں پر ریاست کے لیے واضح کماتے ہیں کہ جو لوگ اچھی تعلیم حاصل کرنے کے لیے ملک کے اندر دوسرے شہروں کا سفر کرنا چاہیں یا بیرونی ملک میں یعنی دنیا کے کسی بھی خطے میں علم اور ریسرچ کے لیے کوئی جانا چاہے تحقیق کے لیے تو ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے

---

[15] تاریخ خلفاء امام جلال الدین سیوطی (اردو ترجمہ محترم مولانا محمد عبد الاحد قادری) ممتاز اکیڈمی لاہور صفحہ ۳۸۴

[16] سنن ترمذی حدیث نمبر ۲۶۴۷

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

کہ وہ ان کو وسائل فراہم کرے اور بنیادی جو نصاب تعلیم ہے اس میں تحقیق اور جستجو کے حوالے سے لوگوں کو سہولیات فراہم کرنا اور اس حوالے سے ان کی حوصلہ افزائی کرنا ایک اسلامی ریاست کے لیے اولین ترجیحات میں شامل ہونا چاہیے

صحیح بخاری کتاب العلم کی حدیث نمبر 73 میں

حدثنا الحميدي، قال: حدثنا سفيان، قال: حدثني إسماعيل بن ابي خالد حدثنا الحميدي، قال: حدثنا سفيان، قال: حدثني إسماعيل بن ابي خالد على غير ما حدثناه الزهري، قال: سمعت قيس بن ابي حازم، قال: سمعت عبد الله بن مسعود، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم:" لا حسد إلا في اثنتين، رجل آتاه الله مالا فسلط على هلكته في الحق، ورجل آتاه الله الحكمة فهو يقضي بها ويعلمها[17]."

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا صرف دو چیزیں قابل رش کہہ سکتی ہیں ایک وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا اور اپنے ایک مال کو جائز کاموں میں خرچ کرے دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالی نے علم و حکمت سے نوازا اس کے مطابق فیصلے کرے یعنی دوسروں کو علم سکھائے تو گویا اللہ تبارک و تعالی نے جو رشک ہے اایک مقابلے کی سی فضا ہے یہ دو بندوں کے لیے جائز قرار دی ہے کہ ایک سخی اپنے مال کی ثقافت کرنے والا اور دوسرا وہ سخی جو علم کی سخاوت کرتا ہے علم تقسیم کرتا ہے تو ایسے لوگ قابل رشک ہیں تو یہاں بھی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ علم پھیلانے والوں کو اس انداز کے ساتھ حوصلہ افزائی کرے کہ وہ بہتر انداز کے ساتھ علم حاصل کر سکیں یا اور علم اگے پھیلا سکیں

سنن ترمذی کی حدیث نمبر 2687 میں

حدثنا محمد بن عمر بن الوليد الكندي حدثنا عبد الله بن نمير عن إبراهيم بن الفضل عن سعيد المقبري عن أبي هريرة قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الحكمة ضالة المؤمن، فحيث وجدها فهو أحق بها[18]

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ حکمت مومن کی گمشدہ متاع ہے بس وہ جہاں بھی چائے اسی کا زیادہ حقدار ہے یہ حدیث بھی ریاست کے تعلیمی نظام کی واضح حدودوں کی اس کا تعین کرتی ہے کہ ریاست علم حاصل کرنے کے لیے نہ صرف مسلمانوں کی طرف جائے بلکہ غیر مسلموں سے بھی اگر علم و حکمت کے موتی آتے ہیں تو ان کو اگے پھیلانے کی کوشش کرے گا اور اپنے عوام کے لیے ایسے مواقع فراہم کرے کہ وہ دنیا کے ہر خطے میں سے بلا تفریق مذہب و مسلک ہر انسان سے علم حاصل کر سکیں اور اس کو اگے پھیلا سکیں

ریاستی نظام تعلیم و تربیت کے لیے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بڑا ہی واضح اصول مقرر فرمایا کہ اگر مسلمان لکھنا نہیں جانتے یا دنیاوی طور پہ کوئی علمی جانتے تو غیر مسلموں سے بھی سیکھ سکتے ہیں اس حوالے سے غزوہ بدر کا وہ تاریخی معرکہ جب قیدی ہو جاتے ہیں غیر مسلم تو اقا علیہ الصلوۃ والسلام نے صحابہ کی تحویل مشاورت سے جب مختلف ارائی تو اس میں ایک ارایہ بھی ائی اور وہ قبول ہوئی بارگاہ رسالت میں کہ وہ قیدی جن کے پاس فدیہ دینے کی

---

[17] صحیح بخاری کتاب العلم حدیث نمبر ۷۳

[18] سنن الترمذی، ابواب العلم، حدیث نمبر ۲۶۸۷

رقم بھی نہیں ہے لیکن وہ پڑھے لکھے ہیں تو مسلمانوں کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں اس کے بدلے میں ان کو رہائی مل جائے گی تو سیرت کے پہلو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم غیر مسلموں سے حتی کہ اپنے جنگی دشمنوں سے بھی علم حاصل کرسکتے ہیں نبوی طریقہ کار کو اپناتے ہوئے ہمیں ریاستی سطح پر ہر جگہ سے علم وہنر اور فن سیکھنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے اس حوالے سے آیئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی اس حدیث سے استفادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

> حدثنا علي بن عاصم ، قال: قال داود ، حدثنا عكرمة ، عن ابن عباس ، قال: كان ناس من الاسرى يوم بدر لم يكن لهم فداء" فجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم فداءهم ان يعلموا اولاد الانصار الكتابة، قال: فجاء يوما غلام يبكي إلى ابيه، فقال: ما شانك؟ قال: ضربني معلمي , قال: الخبيث، يطلب بذحل بدر! والله لا تاتيه ابدا[19].

> سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ غزوہ بدر کے قیدیوں میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کے پاس فدیہ دینے کے لئے کچھ بھی موجود نہ تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا فدیہ اس طرح مقرر فرمایا کہ وہ انصاری بچوں کو کتابت سکھادیں، ایک دن ایک بچہ اپنے باپ کے پاس روتا ہوا آیا، باپ نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ استاد نے مارا ہے، وہ کہنے لگا کہ خبیث! بدر کا انتقام لینا چاہتا ہے، آئندہ تم کبھی اس کے پاس نہیں جاؤ گے۔

عربوں کو لکھنا اس لیے مشکل تھا کہ اس زمانے میں عربوں کو چائنہ سے کاغذ خریدنے پڑتے جو بہت مہنگے تھے۔ پورے عرب میں صرف مکہ مکرمہ کے لوگ تھے جو لکھنا جانتے تھے کیونکہ وہ بزنس کے لیے عراق، فلسطین، یمن جاتے تھے اور وہاں لکھنا بھی پڑتا تھا تو انہوں نے ان ممالک میں رہ کر لکھنا سیکھ لیا۔ بدر کے قیدیوں کے بارے میں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھے لکھے قیدیوں کو یہ فرمایا کہ وہ ہمارے بچوں کو لکھنا سکھادیں تو پھر فری میں انہیں آزادی مل جائے گی۔

یہ قیدی اگرچہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، لیکن لکھنا تو انہیں آتا تھا جیسا کہ آج کل غیر مسلم ٹیچر بھی ہمارے بچوں کو لکھنا سکھا دیتے ہیں۔ انہوں نے انصار کے بچوں کو کوئی دینی علم نہیں پڑھانا تھا بلکہ لکھنے کا طریقہ ہی سمجھانا تھا جس میں ا، ب، ت، ث، ط وغیرہ لکھ سکیں۔ آپ کو اپنا تجربہ یاد ہوگا کہ نرسری میں ہی آپ کو ٹیچر نے شروع میں ا، ب، ت، A, B, C وغیرہ سکھائی تھی۔ پھر ایک دو سال میں آپ کو لکھنا آگیا تھا تو پھر آپ اگلی کلاس میں لکھنے لگے تھے۔ اس کے بعد بچے کو جتنا یاد آتا تو وہ جملہ اور شاعری لکھ سکتے تھے۔ اس کا فائدہ یہی ہوا کہ انصار کے بچوں کو چند دنوں میں لکھنا آگیا۔

پھر ان میں جو نوجوان ہوئے تو انہوں نے قرآن مجید بھی لکھنا شروع کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوجوان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعے ہی پورا قرآن مجید لکھوادیا تاکہ بعد میں کوئی غلطی نہ ہو۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی طرح قرآن مجید کی ہزاروں کاپیاں لکھوالیں اور تمام ممالک کے شہروں تک پہنچا دیا تاکہ قرآن مجید کی غلطی نہ رہے۔ اس زمانے کے قرآن مجید کی کاپیاں آج بھی موجود ہیں۔ اس میں غیر مسلم

---

[19] مسند احمد، حدیث نمبر ۲۲۱۶

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

سائنسدانوں نے کاربن ٹسٹ کے ذریعے کیمیکل کو چیک کیا تو معلوم ہوا کہ یہ لکھا ہوا قرآن تو عثمان رضی اللہ عنہ کی حکومت والے زمانے میں لکھا ہوا ہے۔اس سے یہی فائدہ ہوا کہ آج تک قرآن مجید میں کوئی غلطی نہیں ہے۔

علم کی جستجو اس امت کا امتیاز ہے یہ امت پیغام اقرا کی حامل ہے ہمارے نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر نازل ہونے والا قران ہے ان اور ہر گھڑی اپنے ماننے والوں پر علم و حکمت کی نئی نئی رائے کھولتا ہے خود نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھے معلم بنا کے بھیجا گیا قیامت علم اور اطاعت میں قیامت علم اور اہل علم کی فضیلتیں حدیث میں بڑی واضح موجود ہے آج ضرورت اس امر کی ہے کہ علم حکمت کے حوالے سے اسلام کے عبدی و سرمدی پیغام کو حقیقت کو خود مسلمان سمجھیں مسلمانوں کی ریاستیں علم کی حقیقت سے باور ہوں اور اسباب کے حوالے سے دیکھا جائے کہ دنیا کو علم ہدایت سے روشن کرنے کے لیے کون سے اسباب اختیار کیے جائیں یا سیرت میں کون سی اسباب اختیار کیے گئے جس کی وجہ سے علم کرامتوں والا تھا اور علم فیض والا تھا اج بھی ایک علم کرامتوں والا اور فیض والا ہو تو وہ مسلمانوں کی نشاط ثانیہ کا پیغام مخفی ہے دوسری طرف نبی علیہ الصلوۃ والسلام اپنے لیے علم اضافے کے ساتھ ساتھ علم نافع کا بھی سوال کیا کرتے تھے چنانچہ وہ علم جو خود اپنے لیے تکبر کا سبب ہو اور مخلوقات کی تباہی کا ذریعہ ہو اس سے پناہ مانگنی چاہیے بندہ مومن کو علم کی بنیاد پر اگر اللہ تعالی کی معرفت نصیب نہ ہو تو وہ اس کائنات میں گم ہو جاتا ہے جیسا کہ اج کل مادی علوم کا منتہی مبلغ صرف یہی ہے جیسا کہ شاعر مشرق علامہ اقبال نے اس بات کا اظہار یوں فرمایا

عشق ناپید و خرد میگزدش صُورتِ مار
عقل کو تابعِ فرمانِ نظر کر نہ سکا
ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزر گاہوں کا
اپنے افکار کی دُنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حِکمت کے خم و پیچ میں اُلجھا ایسا
آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شُعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا[20]

سیرت النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی روشنی میں اور قران مجید کے واضح کمات کی روشنی میں ہمیں یہ بات نظر اتی ہے کہ کوئی بھی نظام تعلیم یا نصاب تعلیم تب مکمل ہو سکتا ہے جب تک اس کی باطنی تطہیر مکمل ہو جائے اور باطنی تطہیر کے لیے اسلامی تاریخ میں تصوف ایک ایسی چیز ہے جس نے مسلمانوں کے اوپر مثبت اثرات مرتب کیے ہیں

آج کے دور میں اگر ہم نے نظام تعلیم کو بہتر کرنا ہے اس کے مطابق لانا ہے اور تصویر باطن کا کام لانا ہے تو اب میں نصاب تعلیم میں تصوف کو ہر حالت میں شامل کرنا چاہیے تصوف جس کو جدید دنیا میں صوفی ازم بھی کہا جاتا ہے روحانیت بھی کہا جاتا ہے اور بعض جگہ پہ اخلاقیات کے ساتھ ساتھ اس کی تعلیم دی جاتی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اخلاقیات سے کہیں گہرا جو مضمون ہے وہ تصوف ہے کہ اخلاقیات میں صرف باہر کے اداب سکھائے جاتے

---

[20] عصر حاضر کا انسان ضرب کلیم ڈاکٹر علامہ اقبال رح

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ہیں اور تصوف کی جو اخلاقیات ہیں وہ روح کے اندر کی صفائی سکھاتی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ آج کی درسگاہوں میں اگر اہل نظر کی کچھ خاص نظر ہو جائے اور تصوف کو بحیثیت مضمون شامل کیا جائے اور تصوف کے استادوں کے لیے باقاعدہ تزکیہ و تطہیر والے لوگوں کی تلاش کی جائے جو نام و نمود سے بچنے والے ہوں مادی لذتوں اور نفسانی خواہشات سے دور رہنے والے لوگ ہوں بلا شعبہ یہ لوگ پاکستان میں بہت کم ہوں گے لیکن جتنے لوگ ہوں ان کو تصوف کے استاد کے طور پہ مقرر کیا جائے وہ سکولوں میں کالجز میں یونیورسٹیز میں تصوف کے حوالے سے لیکچر دیں تاکہ باطنی طہارت ہو سکے اور ہماری آنے والی نسل اندر سے صاف ہو جائے جو اندر سے قوم صاف ہوتی ہے تو اس کا مستقبل روشن ہو جاتا ہے اج مغرب کی پریشانیاں اس وجہ سے ہیں کہ وہ باہر سے بہت صاف ہو چکے ہیں لیکن ان کے اندر کی صفائی نہیں ہوئی لیکن ہم تو بہت پیچھے کھڑے ہیں بحیثیت قوم پاکستانی کی ہمارے اندر کی صفائی بھی نہ ہو سکی اور باہر کی صفائی بھی ہم نہ کر سکے تو ایئے اب ہم تصوف کے حوالے سے نظر دوڑاتے ہیں کہ تصوف ہے کیا اور اس کو کیسے نصاب تعلیم میں شامل کیا جانا چاہیے

تصوف کیا ہے؟ آج کے دور میں اس کی کیا اہمیت ہے اور سب سے اہم سوال کہ تصوف کو کس طرح تعلیمی نصاب کا حصہ بنایا جا سکتا ہے؟ ہمارے ہاں تصوف کو اکثر غلط سمجھا جاتا ہے۔ اس میں بہت سا قصور مسلکی منافرت کا ہے۔ سوچے سمجھے بنا، مناسب معلومات کی عدم موجودگی میں محض فتوے بازی کا انداز ہمیشہ غلط نتائج پیدا کرتا ہے۔ بعض اوقات کسی فکر کے حوالے سے خواہ مخواہ کے تعصبات بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ کچھ غلط فہمیاں تصوف کی حمایت یا اس کی پیروی کرنے والوں کی غلطیوں سے بھی پیدا ہوئی ہیں۔ تصوف کی حقیقی روح کے بجائے اگر صرف کرامات، کرشموں اور خرق عادت واقعات کو گلوریفائی کیا جائے گا تب نقصان پہنچنا فطری امر ہے۔ ماضی کے بعض نامور بزرگوں کی خانقاہیں جس طرح گدی نشینی کے گورکھ دھندے میں تبدیلی ہوئیں، اس نے بھی تصوف کے پورے سکول آف تھاٹ کو مسخ کیا۔ ایک ایک گدی کے تین تین چار چار امیدوار پیدا ہو گئے، وسائل پر قبضہ کرنے کی خواہش نے آپس کی لڑائیوں اور فساد کو جنم دیا۔ یہ سب غلط ہے، اس کا تصوف سے دور دور کا تعلق نہیں۔ تصوف کو سمجھنا بہت ہی آسان ہے۔ اپنی بنیاد میں یہ محض اصلاح اور تزکیہ نفس ہے۔ اللہ کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط بنانے، شریعت پر عمل درآمد کرنے اور "احسان" کی کیفیت حاصل کرنے کا طریقہ۔ سرفراز اے شاہ صاحب نے غیر مبہم اور واضح الفاظ میں اسے بیان کیا، "تصوف ایک تربیتی ادارہ ہے، ایک طرح کی پری سکول اکیڈمی، جس کا مقصد طالب علم (سالک) کو شریعت کے راستے پر خوش اسلوبی سے سفر کرنے کی تربیت دینا ہے۔

خانقاہی نظام میں بھی اصل زور تربیت پر ہوتا تھا۔ تصوف کے بارے میں صوفیوں کا یہی کہنا ہے کہ جس طرح بعض کمزور طلبہ کو سکول داخل کرانے سے پہلے کچھ عرصہ کسی اکیڈمی میں پڑھایا جاتا ہے تاکہ ان کی کمزوریاں دور ہو جائیں، ڈسپلن آ جائے اور پھر یہ سکول کے نسبتاً مشکل تعلیمی نصاب کے ساتھ عمدگی سے چل سکیں۔ تصوف بھی یہی کام کرتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ کسی طالب علم کو اس پری سکول ٹریننگ یعنی تصوف کی ضرورت نہیں تب بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ تصوف کوئی لازمی چیز نہیں۔ مقصود تصوف نہیں بلکہ شریعت کے راستے پر چلنا ہے۔ جو تصوف کی تربیت کے ساتھ یہ کرتا ہے وہ بھی ٹھیک ہے، جسے اس تربیت کی حاجت نہیں پڑی، وہ بھی ٹھیک ہے۔ اللہ دونوں کو کامیابی عطا کرے۔ تصوف کے سکول آف تھاٹ میں آنے والے کی شخصی کمزوریوں کو دور کرنے کی سعی ہوتی ہے۔ کینہ، بغض، خود غرضی، غیبت، چغلی، بخل وغیرہ جیسے امراض کو دور کر کے ایثار کی تربیت دی جاتی ہے۔ اپنے نفس کو قابو کرنے کی مشق، اپنی بھوک رکھ کر اپنی آدھی روٹی کسی دوسرے بھوکے کو کھلانے کا ایثار۔ سب سے بڑھ کر اللہ کی بندگی کے احساس کو بھرپور بنا دینا۔ یہ تصوف ہے۔ اخلاقی تعلیم و تربیت۔ دلوں کے زنگ اتارنے کا نسخہ۔ انسان میں سختی اور سرد مہری کو پگھلا کر نرمی، محبت اور

ہمدردی بھر دینا۔ ارباب تصوف آسان ترین نسخہ یہ تجویز کرتے ہیں کہ سیرت مبارکہ ﷺ کی پیروی کی جائے۔ زندگی کے ہر معاملے میں یہ دیکھا جائے کہ عالی جناب ﷺ کا طرز عمل کیا تھا؟ اسے اپنی بساط کے مطابق فالو کیا جائے۔ اس سے روحانیت پیدا ہوگی، اسی سے اللہ کا قرب حاصل ہوگا اور ان شاءاللہ یہی دنیا و آخرت میں کامیابی ہے۔ تصوف کے بنیادی تصور کو سمجھ لینے کے بعد اس سوال کی ضرورت ہی نہیں رہتی کہ آج کی دنیا میں اس کی کیا اہمیت ہے؟ ہم سب جانتے ہیں کہ آج کے انسان کی اخلاقی حالت کیا ہو چکی ہے؟ کس قدر کمزوریاں، خود غرضی، نفس کی غلامی کے طوق گردن میں پڑے ہیں۔ تصوف کی اخلاقی تربیت ہی ان تمام خرابیوں سے نکال سکتی ہے۔ اس لئے تصوف کی تعلیمات کو ہماری انفرادی، اجتماعی تعلیم اور تربیت کا لازمی حصہ ہونا چاہیے۔ البتہ اس کے لئے کلاسیکل انداز کی خانقاہوں کی ضرورت نہیں۔ ہر زمانے کا اپنا مزاج، دستور اور اصول ہوتے ہیں۔ اخلاقی تربیت اور خرابیوں کی اصلاح کا طریقہ تو صدیوں پرانا بھی چلے گا کہ مرض وہی ہے، علاج بھی اسی طریقے سے ہو سکتا ہے۔ علاج گاہ یعنی مطب کی شکل وصورت اب بدل جائے گی۔ آج تصوف کو نئی ڈکشن سے بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

اگلا مرحلہ ہے کہ تعلیمی نصاب میں کس طرح تصوف کو شامل کیا جائے؟ میرا خیال ہے کہ اس حوالے سے اسلامی نظریاتی کونسل سے رہنمائی لی جاسکتی ہے۔ اس سے ہٹ کر بھی چند ممتاز اہل علم پر مشتمل کمیٹی بنائی جاسکتی ہے۔ چند ایک ممتاز سکالرز پر مشتمل کمیٹی یہ طے کرے کہ سکول، کالج کے تعلیمی نصاب میں کس انداز سے تصوف کے اسباق شامل ہو سکتے ہیں؟ یہ کام قطعی مشکل نہیں۔ پہلے ہی پرائمری، ہائی کلاسز کی اردو، اسلامیات وغیرہ میں کئی مفید ابواب شامل ہیں، انہیں مزید بہتر کرنا آسان ہے۔ دوسرا مرحلہ یہ ہے ملک کی تمام درسگاہوں میں تصوف بطور مضمون پڑھایا جائے۔ تزکیہ نفس کے شارٹ کورسز ہو سکتے ہیں، ایک دن، تین دن، ہفتے، عشرے کی ورکشاپ بھی کرانا ممکن ہے۔ ایسے کورس جو حقیقی معنوں میں زندگی بدل ڈالیں۔ بڑے سکالرز کے لیکچرز کرائے جائیں جو تصوف کی باریکیوں کو بیان کریں اور طالب علم کو اللہ کے ساتھ جوڑنے کا کام کریں۔ ایک اور سطح اعلیٰ فکری سطح پر تعلیم ہے۔ اس کے لئے ظاہر ہے محدود تعداد میں اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کو لیا جائے اور تصوف کی اہم کتابوں کی تشریح کی جائے۔ شیخ ابن عربی کی فصوص الحکم، شیخ ابو طالب مکی کی قوت القلوب، حضرت شہاب الدین سہروردی کی عوارف المعارف اور اسی طرح تصوف کی دیگر امہات الکتب پڑھائی جائیں۔ سیدنا علی ہجویریؒ کی کشف المحجوب کے بارے میں تو کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں، یہ تو ہر مرحلے کے بنیادی نصاب میں شامل ہونی چاہیے۔ دنیا کے مختلف ممالک میں تصوف کے حوالے سے جو کام کیا جا رہا ہے، وہ بھی شیئر ہونا چاہیے۔ مراکش، تیونس، ترکی، مصر جیسے ممالک سے صوفی سکالرز کو صوفی یونیورسٹی میں مدعو کر کے ان کے علم سے استفادہ کرنا چاہیے۔ پاکستانی معاشرے کو تصوف کی شدید ضرورت ہے، صوفی تھاٹس اور تربیتی نصاب کو سلیقے اور حکمت سے تعلیمی سسٹم کا حصہ بھی بنانا چاہیے، تصوف کے اندر کی مختلف پرتوں کو کھولنے کی سعی بھی ہو اور اعلیٰ فکری سطح پر بھی اس کی تعلم کا ساماں ہو۔ ہم اگر یہ کام کر گزریں تو وہ اپنی بہت سی کمزوریوں اور ناکامیوں کا مداوا کر دیں گے۔

برصغیر کی ہزار سالہ درسیات کی تاریخ میں "تصوف" بنیادی مضمون کے طور پر ہمارے مدارس اور مکاتب میں نصاب کا باقاعدہ حصہ تھا، بدقسمتی سے ڈیڑھ سو سال قبل کتب تصوف کی تدریس ختم کر دی گئی، جس سے طلبہ محض ظاہری علوم کی حد تک محدود رہ گئے۔ "اخلاق و تصوّف" کا وہ مطالعہ جو انفرادی شخصیت کو سنوارنے اور اجتماعی نظام کو اعلیٰ روحانی اقدار سے روشناس کروانے کا باعث تھا، اس سے محرومی نے صاحبانِ محراب و منبر اور اربابِ مسندِ تدریس کو حکمت، برداشت اور حوصلہ کی بجائے مناظرہ و مجادلہ کی طرف زیادہ مائل کر دیا، جس سے تشدّد آمیز رجحانات فروغ پا رہے ہیں۔ آج قومی اور بین الاقوامی سطح پر "دینی مدرسہ سسٹم" کو بے شمار چیلنجز درپیش ہیں، ایک طرف دہشت گردی و انتہاپسندی کے تانے دینی مدارس سے

منسلک کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، تو دوسری طرف دینی مدارس کے فارغ التحصیل دورِ حاضر کے عصری تقاضوں سے عہدہ بر آ ہونے کو تیار نہیں ہیں، حالانکہ جدید عہد کے تناظر میں صاحبانِ محراب و منبر، اصحاب سجادہ و ارباب مسندِ تدریس کو اخلاص، محبت، رواداری، انسان دوستی اور تحمل و برداشت جیسے جذبوں سے سرشار ہونے کی اشد ضرورت ہے۔

تصوف کو بطور موضوع اور مضمون شامل کرنے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ ہندستان کی تعمیر و تشکیل میں صوفیا کا اہم کردار رہا ہے۔ ہندستان کی تاریخ لکھنے والے مورخوں نے اور ماہر سماجیات نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ قدیم ہندستان میں سماجی روابط بحال کرنے، لوگوں کے اندر جذبۂ اخلاص و ہمدردی پیدا کرنے اور ایک دوسرے کے نہ صرف کام آنے بلکہ ساتھ رہتے ہوئے بھائی چارگی کو بڑھاوا دینے کی تعلیم صوفیوں کے ذریعے ہی رائج ہوئی۔ بلکہ اس کو عملی طور پر نافذ کرنے میں بھی صوفیا ہی پیش پیش رہے۔ اسکے علاوہ ایک بڑی وجہ یہ بھی رہی ہے کہ صوفیا کے دربار ہی مرجع خلائق تھے۔ صوفیا کے دربار جو بعد میں خانقاہ کہلائے، ان کی قدیم ہندستان میں جو خدمات رہی ہیں ان کا اعتراف اگر چہ بہت بعد میں کیا گیا مگر صوفیا کی ان خدمات نے قدیم ہندستان کے معاشرتی نظام میں بہتوں کو زندگی کا اصل مفہوم سمجھایا اور ان کی زندگی کو عذاب بننے سے بچایا۔ چونکہ قدیم ہندستان میں نہایت شدومد کے ساتھ اونچی ذات، نیچی ذات کا تصور تھا۔ چنانچہ ہندستان کی ایک بڑی آبادی جس کا تعلق نیچی ذات سے تھا وہ زندگی کی نہ صرف تمام سہولتوں سے محروم تھی بلکہ انھیں بڑی ذات کے لوگوں نے کبھی یہ احساس ہی نہیں ہونے دیا کہ وہ انسان بھی ہیں۔ ایسے میں اس طبقے کے جن افراد نے صوفیا کے درباروں کا رخ کیا ان کی زندگی ہی یکسر تبدیل ہو گئی۔ لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ صوفیا کے دربار جہاں نہ کسی کی ذات پوچھی جاتی تھی اور نہ کسی کا مذہب، نہ رنگ و نسل اور نہ ہی زبان اور علاقہ۔ صوفیوں کے ان کٹیوں سے جو پیغام ہندستان کی سرزمین میں پہنچا وہ ایک ایسا پیغام تھا جس نے ایک انقلاب پیدا کیا۔ ہندستان جہاں معاشرے کی بنیاد ہی ذات پات پر تھی اور اسی پر ان کی زندگیوں کا انحصار تھا وہاں ایک ہی صف میں کھڑے ہونے کو جو پیغام صوفیوں کے ذریعے ہندستان کی سرزمین کو ملا وہ آج بھی زریں حروف میں تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں۔ مگر اسے اپنی کوتاہی کہیں یا خود سے اوڑھی ہوئی ستم ظریفی کہیں کہ ہم نے خود تاریخ کے ان صفحات کو اختلافات کے دبیز چادر میں لپیٹ رکھا ہے اور ایک محدود حصار میں خود قید بھی کر رکھا ہے۔ بہرکیف ہندستانی صوفیا کی یہی وہ اہم خدمات ہیں جس کے سبب آج بھی ہندستان کے تمام اعلیٰ تعلیمی اداروں میں ان کو پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ رفتہ رفتہ اب یہ تاریخ بھی مسخ ہوتی جا رہی ہے اور وہ جن کا کہیں ان سلاسل اور رسم و راہِ سلوک سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں تھا، آج نصابات میں وہی پڑھے اور پڑھائے جا رہے ہیں، اور جن کو پڑھایا جانا چاہیے تھا وہ مختلف طرح کے رسوم و رواج میں الجھے ہوئے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے اب اصل میں جو صوفیا تھے ان کی تاریخ تو نصابات سے مٹتی جا رہی ہے اور ان کی پہچان محض زیارت گاہوں میں تبدیل ہو کر رہ گئی ہے۔

خیر بڑی سچائی یہ کہ ہندستانی صوفیا نے ملک و قوم کے لیے ایسی خدمات انجام دی ہیں جن کی مثال دوسری قوموں کے صوفیوں میں نہیں ملتیں۔ ہندو اور عیسائی صوفیاء کے برعکس مسلم صوفیاء نے جنگلوں میں چھپ کر زندگی گزارنے کی بجائے معاشرے کے بیچ میں رہ کر اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ 'ابتدائی صدیوں میں فقہ اور حدیث کی تدوین اور کلامی و فلسفیانہ بحثوں میں مشغولیت کے باعث اہل علم کی بڑی تعداد عوام الناس کی اخلاقی تربیت نہ کر سکی تھی۔ صوفیاء نے اس خلا کو پر کیا۔ انہوں نے انسانی نفسیات میں گہری مہارت حاصل کی اور اس کو اپنے نظریات پھیلانے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی اخلاقی تربیت کے لئے استعمال کیا۔ مسلمانوں کے علماء میں بالعموم عوام سے دوری کا رجحان رہا ہے۔ انہوں نے عام طور پر دین کو دلوں میں اتارنے کے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

لیے سختی سے کام لیا۔اس کے بر عکس مسلم صوفیاء نے عوام سے قربت اختیار کی۔انہوں نے اپنے لباس، رہن سہن اور نشست و برخاست کو عوامی بنایا۔ علماء نے اپنے خیالات کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا طریقہ اختیار کیا۔ برصغیر کے علماء نے عام طور پر مقامی زبانوں کی بجائے عربی و فارسی کو اپنے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ اس طریقے سے وہ پڑھے لکھے طبقے تک تو اپنا پیغام پہنچانے میں کامیاب ہو گئے مگر عوام الناس تک ان کی رسائی ممکن نہ ہو سکی۔ اس کے بر عکس صوفیاء نے عوامی طریقہ اختیار کیا۔انہوں نے عوامی ذوق کے مطابق مقامی زبانوں میں اپنا پیغام پیش کیا'۔ اس حوالے سے یہاں میں مخدوم بہاری کا عقیتمندوں سے اجنبیت دور کرنے کا یہ انداز پیش کرنا چاہوں گا جب وہ بہار کی سرزمین میں جلوہ گر ہوئے اور اسلامی تعلیمات کو عوام تک پہنچانے کے لیے عملی قدم اٹھایا تو انھوں نے اس وقت اور وہاں کے حالات کے مدنظر رہن سہن کے علاوہ زبان اور اسلوب بھی وہی اپنایا۔

اسی طرح خواجہ معین الدین چشتی، حضرت بختیار کاکی اور حضرت نظام الدین اولیا کے درباروں میں ایسے طریقے اور تدابیر اور رسم وراہ تھے جو لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتے تھے۔ اسی لیے ان بزرگان دین نے کبھی شہنشاہوں کے دربار کا رخ نہیں کیا بلکہ شہنشاہ خود ان کے دربار میں آتے تھے۔ بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ ان صوفیا کے دربار اس زمانے میں سماجی ادارے کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہ دربار مرجع خلائق اس لیے تھے کہ شہنشاہی دور میں ہر کس و نا کس دربار میں اپنی فریادیں لے کر جانے کی سوچ بھی نہیں سکتے تھے لیکن صوفیا کے دربار ایسے تھے جہاں بے روک ٹوک جاسکتے تھے۔ ان درباروں سے ان کے دکھ کا مداوا بھی ملتا تھا اور دین کی روشنی بھی۔ یہی وہ دربار تھے جنھوں نے ہندستان کی نہ صرف تعمیر و تشکیل میں نمایاں کردار ادا کیا بلکہ ان درباروں نے ہندستان کو پوری دنیا میں ایک الگ شناخت دی۔ انھیں صوفیا کے فیض سے آج بھی ہندستان میں رواداری، اخوت، محبت اور امن قائم ہے۔ یہ آج کے دور کی بڑی ضرورت اس لیے بھی ہیں کہ یہاں من و تو کا امتیاز نہیں ہے اور نہ ہی کسی بھید بھاؤ کا دخل ہے اس دربار میں سب آسکتے ہیں۔ یہ تاریخی تسلسل اور مذہبی گہرائی اس بات کا تقاضا کر رہی ہے کہ ہمیں اپنے نصاب تعلیم میں ہر حالت میں تصوف کے مضامین کو شامل کرنا چاہیے

حاصل بحث

قران اور حدیث اپنے ماننے والوں پر علم و حکمت کی نئی نئی راہیں کھولتے ہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے آپ کو معلم کے منصب اعلی پہ فائض فرما کر تا دم قیامت مسلمانوں کے لیے علم کی فضیلت کو واضح کر دیا گیا ہے اب ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے ہی علم کی راہیں کھولیں جو علم روحانی بھی ہو باطنی بھی ہو مادی بھی ہو سائنسی بھی ہو اور طبیعاتی بھی ہو مابعد طبیعاتی بھی ہو یعنی ریاست ہر حوالے سے لوگوں کے علم اور تربیت کے حوالے سے واضح انتظامات کرنے کی کوشش کرے۔ لیکن پالیسی بنانے والے ہر ادارے کو یہ بات واضح طور پر معلوم ہونی چاہیے کہ وہی نصاب تعلیم کامیاب ہو گا جو تزکیہ نفس اور باطنی تعلیم پر اپنی بنیادیں استوار کرے گا۔ قصہ مختصر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہی تعلیمی نصاب کامیاب ہو گا جو باطن کی تطہیر کے ساتھ ساتھ قلوب کو اذہان کے ساتھ مربوط کرتے ہوئے اذہان کی بالیدگی کا کام بھی کرے گا یعنی پاک روح اور بالغ اذہان کے ساتھ جو مادی تعلیم ہو گی وہ معاشرے میں ایک پر امن اور ترقی یافتہ انقلاب لانے میں ہر طرح سے مدد و معاون ثابت ہو گی۔